www.KitaboSunnat.com
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
تحفظ ناموس رسالت ﷺ
اور ہم
اُمِ عبدِ مُنیب
مشربہ علم و حکمت
0321-4609092

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُمِ عبدِ مُنیب

مشربہ علم وحکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092

نام کتاب ———— تحفظ ناموسِ رسالت اور ہم
اہتمام ———— محمد عبد منیب
ناشر ———— مشربہ علم وحکمت
قیمت ———— 35:00

ناشر: ☜ مشربہ علم وحکمت (دارالشکر)
ندیم ٹاؤن ملتان روڈ لاہور۔ پاکستان 0321-4609092 0300-4270553

ڈسٹری بیوٹر: ☜ دارالکتب السّلفیہ
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 042-37361505

☆ البلاغ Shop #: 4-LG لینڈ مارک پلازہ، جیل روڈ۔ لاہور
فون: 0300-8880450042-5717843

☆ اسلام آباد مکان نمبر 264 گلی نمبر 90 سیکٹر i-8/4 اسلام آباد۔
فون: 0300-5148847

فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سخنِ وضاحت

گزشتہ چار دہائیوں سے مسلمانوں کو اشتعال دلانے اور ان کو ذلیل و رسوا کرنے لیے ہمارے کافر دشمنوں نے ایک ایسا انداز اختیار کیا ہے جسے اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت کے ردِ عمل میں بوکھلاہٹ ہی کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ہر چھ ماہ بعد ایک نئے انداز سے اسلامی شعائر اور نبی اکرم ﷺ اور قرآن حکیم کی توہین کی جا رہی ہے۔ افسوس ناک یہ امر ہے کہ ہمارے موجودہ دور کے تمام مسلمان ممالک کے حکمران دشمن کی اس دریدہ دہنی پر خاموشی اور غفلت کی چادر اوڑھے اپنی کرسی بچانے کی فکر میں مصروف ہیں۔ کبھی کبھی کسی نئے واقعے کے بعد سعودی عرب یا کسی اور ملک کے حکمران کی احتجاج بھری آواز ابھرتی ہے اور پھر مہیب زہرناک سناٹا چھا جاتا ہے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ کافروں کو کبھی یہ جرات نہ ہوتی اگر مسلمان سابقہ خلفائے امت کی طرح جہاد کے لیے تلوار اور گھوڑے (اور آج کے لحاظ سے ایٹمی میزائل اور اسلحہ) تیار رکھتے۔ دفاع ملک کی بجائے دفاعِ اسلام ان کا مقصد حکومت ہوتا۔

اگر مسلمان ممالک کے حکمران صرف ایک دن کے لیے ان لمبی زبانوں اور

خاکے بنانے والوں کے ممالک کا معاشی مقاطعہ کرتے تو دشمن بغیر کسی جنگ کے سیدھا ہو جاتا، اور یہ سب اپنے کرتوتوں سے باز آ جاتے۔ ہمارے ماضی کی تاریخ گواہ ہے۔

بہر حال حکومتی سطح پر کچھ کرنے کی بجائے عام غیور مسلمانوں کو زیرِ نظر سطور میں انفرادی سطح پر "علاج" سجھانے کی کوشش کی گئی ہے ؎

شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

ام عبد منیب

جمادی الاولیٰ: ۱۴۳۲

عمومی مجوزہ علاج

ہم اپنی گزشتہ ڈیڑھ سو سالہ تاریخ پر نظر دوڑائیں تو عجیب اندوہ ناک صورتِ حال نظر آتی ہے، یورپ کے عیسائیوں نے چنگیز اور ہلاکو کی تباہ کاریوں کو بھی مات کر دیا۔ لیکن جب سے القدس ہمارے ہاتھ سے نکلا ہے، ذلت مجموعی طور پر ہمارا مقدر بن چکی ہے، صہیونیوں کا یہ وار ہمیں بہت مہنگا پڑا۔ القدس کی آزادی کا بوجھ دنیا کے ہر مسلمان کے کندھے کو مزید زمین کی طرف جھکاتا جا رہا ہے۔ دشمن ہر بار اور ہر سال ایک نیا طرزِ اذیت، ایک نیا اندازِ تمسخر، ایک نیا طریقِ سلب ونہب اختیار کرتا ہے لیکن ہم بحیثیت ایک امت کے آہ کرنے کے لیے کروٹ بھی نہیں بدلتے۔ قرآن حکیم، نبی اکرم ﷺ، امہات المومنین اور مشاہیرِ امت کو بدنام کرنے اور ان پر ناپاک ہنسی ہنسنے کا کون سا حربہ ہے جو انہوں نے اختیار نہیں کیا۔ حکمران اگر بے حس ہیں، راہنما اگر غافل ہیں، اہلِ حکومت اگر کرسی کے لالچ میں پھنسے ہوئے ہیں تو کیا انفرادی طور پر ہمیں بھی ایسا ہی ہو جانا چاہیے؟

کیا ہم نے اپنی استطاعت کی حد تک اللہ تعالیٰ کو جواب دہی نہیں کرنی؟

کیا ہم پر دشمن سے بدلہ لینے کے حوالے سے یا اسے مزا چکھانے کے حوالے سے کوئی فریضہ عائد نہیں ہوتا؟

آیئے! اس آئینے میں جواب تلاش کریں لیکن پہلے ان مسلمانوں کے طریقِ کار پر بھی بات ہو جائے جو جوابی کارروائی کے طور پر کچھ نہ کچھ کر رہے ہیں۔

آیئے ذرا ان انداز ہائے علاج کا تجزیہ کریں اور یہ دیکھیں کہ کیا اس طرح دشمن کو اس کی ان دسیسہ کاریوں سے باز رکھا جا سکتا ہے؟ نیز ان کے متبادل مؤثر طریقہ کیا ہے؟

برداشت کر لینا:

اکثر مسلمانوں کا خیال ہے کہ کفار سے الجھنے کی بجائے ہمیں برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا کرنا چاہیے، کافروں کی ان مذموم حرکتوں سے ہمارے اسلام اور ایمان پر کوئی آنچ نہیں آئے گی، اگر ہم نے برداشت کا طریقہ اختیار کیا تو کافر بھی جوابی کارروائی کریں گے، بدامنی پھیلے گی، دوطرفہ محاذ کھل جائے گا۔ ممکن ہے عدم برداشت کی صورت میں یہ عالمی سطح پر مسلم اور کافر ملکوں کے درمیان عالمی سطح پر جنگ کی صورت اختیار کر جائے۔

اس نقطۂ نظر کے حامیوں میں بہت سے بظاہر علما اور علامہ قسم کے لوگ بھی شامل ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ مسلمانوں نے فلسطین، عراق، افغانستان، کشمیر، بوسنیا، چیچنیا اور دنیا کے دیگر تمام خطوں میں اپنی عدم برداشت کی پالیسی کی وجہ سے جنگ کو مسلط کر رکھا ہے۔ اسلام برداشت کی ترغیب دیتا اور تلقین کرتا ہے۔

ان نام نہاد علامہ حضرات کا یہ نقطۂ نظر بھی ہے کہ دورِ حاضر میں جہاد کی ضرورت باقی نہیں رہی، بلکہ مذاکرات کی میز پر بیٹھ کر کافروں کے ساتھ تمام مسائل حل کیے جا سکتے ہیں۔

رہے عام مسلمان! جنہیں دین کی سمجھ ہی نہیں، ان کے خیال میں قرآن حکیم

اور رسولِ اکرم ﷺ کے متعلق توہین آمیز الفاظ یا رویہ اختیار کرنا کوئی جرم ہے ہی نہیں ۔ لہٰذا وہ بھی برداشت کر لینے ہی کو درست سمجھتے ہیں ۔

سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان ممالک اور یورپی عیسائیوں ، یہودیوں یا ہندوؤں کے باہم خوش گوار تعلقات ہیں؟ یا کبھی خوش گوار تعلقات رہے ہیں؟ کفار کا توہین آمیز رویہ اختیار کرنا ، خاکے اڑانا اور نعوذ باللہ قرآن حکیم کے اوراق کی توہین کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ مسلمان تو خوش گوار تعلقات رکھنا چاہتے ہیں لیکن کافر لوگ مسلمانوں کے ساتھ خوش گوار تعلقات رکھنے کے حق میں نہیں ہے ، اسی لیے وہ اس طرح کی کمینی حرکات کر کے مسلمانوں کو اشتعال دلا کر باہم نفرت کی فضا پیدا کر کے دنیا پر جنگ مسلط کرنا چاہتے ہیں ۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ایک فریق تو بارود اور گولی کے ساتھ مسلمانوں کے جوہر قابل کو اڑا تا رہے ، مسلمان ممالک پر اپنا تسلط جما کر ان کے وسائل پر قبضہ کر کے وہاں کے باشندوں کو بارود سے بھون دے یا جیلوں میں بند کر دے اور مسلمان پھر بھی برداشت کرتے رہیں ۔

دنیا کا کوئی بھی شخص حتّٰی کہ بچہ بھی اپنی بے عزتی برداشت نہیں کرتا ، وہ کبھی یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اس کی نقل اتارے ، اسے برا بھلا کہے ، اس کے کاموں یا باتوں میں مین میخ نکالے ۔ سوال یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ یا قرآن حکیم پر نعوذ باللہ پھبتیاں کسنا ، ان کے خاکے اڑانا ، ان پر غصہ نکالنے کے لیے انہیں پاؤں میں اور گندگی میں روندنا اتنا ہلکا جرم ہے کہ اسے ٹھنڈے پیٹوں برداشت کر لیا جائے؟

دراصل پڑھے لکھے مسلمان جو اپنے آپ کو علامہِ دہر سمجھتے ہیں ، شیطان نے ان

کے دلوں میں تکبر، حق سے اعراض اور شیطان دوست کافروں کی محبت اس قدر بھر دی ہے کہ وہ برداشت کی پالیسی اپنا کر یہ چاہتے ہیں کہ انہیں کافروں کی مجالس میں اور پروگراموں میں شمولیت کے مواقع ملتے رہیں۔ وہ مسلمانوں کے راہنما کی حیثیت سے یورپی ممالک میں بلائے جاتے رہیں۔ تاکہ: خوش رہے رحمان بھی راضی رہے شیطان بھی۔

عام مسلمان جن کی روزی روٹی اور امیدیں یورپی ممالک کے ٹکڑوں کے ساتھ بندھی ہوئی ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان اور کافروں میں جنگ یا مخاصمت پیدا نہ ہوتا کہ ان کے روزگار معمول کے مطابق چلتے رہیں، انہیں یورپی ممالک میں رہنے، وہاں کی یونیورسٹیوں میں پڑھنے اور ان کے ممالک میں جا کر ملازمت کرنے اور ان کے گوروں کی چاکری کرنے کے مواقع حاصل رہیں، ان کے خیال میں توہینِ رسالت یا توہینِ قرآن اتنے بھی سنگین جرم نہیں جن کی وجہ سے دنیا کی چلتی گاڑی کو روک دیا جائے۔

گالی کا جواب گالی سے دینا:

وہ مسلمان جو دینی حمیت و غیرت رکھتے ہیں جن کے دلوں میں ایمان رچا بسا ہوا ہے، جن کی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت شدید ہے، لیکن اسلام کے اصول موعظہ حسنہ اور موعظہ بالحکمۃ کا شعور نہیں رکھتے، ان کا خیال ہے کہ اگر کافر بدزبانی کرتے ہیں۔ ہمارے محبوب نبی ﷺ امہات المومنین، صحابہ کرام اجمعین یا ہمارے دیگر مشاہیر کی کردار کشی کرتے ہیں، قرآن حکیم کی تذلیل کرتے ہیں، ان کے خلاف لکھتے، بولتے یا خاکے شائع کرتے ہیں تو جواب میں ہمیں بھی

ان کے مشاہیر کے خلاف ایسا ہی کرنا چاہیے، یہ رائے انتہائی قلیل لوگوں کی ہے۔
شرعی لحاظ سے یہ خیال بھی درست نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:
وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ . (الانعام:۱۰۸)
''جو لوگ غیر اللہ کی پوجا کرتے ہیں، انہیں برا بھلا مت کہو ورنہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اپنی جہالت کی وجہ سے برا بھلا کہنے لگیں گے۔''
ایک مسلمان کو یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ وہ جھگڑا ہو یا کسی سے محاکمہ کرے تو بدزبانی پر اتر آئے۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اسے منافق کی علامت قرار دیا ہے۔
(دیکھیے کتاب الایمان، صحیح بخاری، صحیح مسلم)
اسلام شائستہ، باوقار، کریم وعفیف اور پرامن دین ہے یہ پسند ہی نہیں کرتا کہ برائی کا جواب برائی سے دیا جائے:
اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ. (المومنون:۹٦)
''برائی کو احسن طریقے سے دور کیجیے۔''
رسول اللہ ﷺ کو جب یہودی ملتے تو السّلام علیکم کی بجائے ''السام علیکم'' کہتے لیکن آپ انہیں صرف ''وعلیکم'' کہنے پر اکتفا کرتے اور اپنی زبان کو آلودہ ہونے سے بچا لیتے۔ (مسلم، کتاب السّلام)
ان دلائل سے تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ برداشت ہی کا رویہ درست ہے لیکن نہیں! اصل بات یہ ہے کہ مسلمان کافروں کی دریدہ دہنی کے جواب میں عام

حالات میں تو برداشت ہی کرے گا خصوصاً انفرادی معاملات میں لیکن جب معاملہ اجتماعی طور پر امت مسلمہ کی کردارکشی، ان کی شریعت کا مذاق اڑانے اور ان کے محبوب نبی ﷺ کی ذاتِ مطہر پر کیچڑ اچھالنے کا ہو تو پھر وہ برداشت سے کام نہیں لے گا بلکہ وہ اس فتنے کے تدارک کے لیے مسلح ہو کر اٹھ کھڑا ہو گا اور تب تک چین سے نہیں بیٹھے گا جب تک یہ فتنہ ختم نہیں ہو جاتا:

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ. (البقرہ:۱۹۳)

''اور ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ مٹ جائے اور اللہ کا دین (غالب) ہو جائے، پھر اگر وہ (کافر) باز آ جائیں تو سوائے ظالموں کے کسی پر زیادتی نہ کرو۔''

جس قدر زیادتی کافر، یہودی اور ہندو کرتے ہیں جواب میں اتنی زیادتی کرنے سے مسلمان کی انفرادی معاملات میں بھی کوئی پکڑ نہیں ہو گی جب کہ اجتماعی معاملات میں تو اتنی زیادتی کرنا ہی کفار کا علاج ہے۔

مسئلہ یہ بھی ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے انبیاء صرف ان کے ہی نہیں ہمارے لیے بھی محترم ہیں بلکہ ان پر یہودیوں اور عیسائیوں کی نسبت ہمارا حق زیادہ ہے، وہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں، ان کی تعظیم و تکریم ہم پر اسی طرح فرض ہے جس طرح رسول آخر الانبیاء ﷺ کی تعظیم و تکریم، ان تمام انبیاء کی تعلیم کے اصل وارث اور حافظ تو ہم ہیں، قرآن حکیم نے ان سب کی تعلیمات کا محفوظ اور باوقار طریقے سے مسلمانوں کو محافظت کا اہل قرار دے کر ان کے حوالے کیا۔

یہودی اور عیسائی تو ان انبیاء کے وہ ناخلف، باغی، بے راہ وگمراہ پیروکار ہیں جنہوں نے دماغی طور پر ان کی تعلیمات کو بھلا دیا، عملی طور پر ان تعلیمات کو بدل کر من مانی کر لی اور الفاظ وحروف کو بدل کر من پسند خواہشات کے مطابق کتابیں تیار کر لیں۔ جن بدبختوں نے اللہ تعالیٰ کو اور ان کے انبیاء کو دھوکہ دینے کی اور ان کی کتب کو پس پشت ڈال کر جعلی کتب گھڑنے کی جسارت کی وہ وارثانِ نبوت نہیں ہو سکتے۔ وارثانِ نبوت تو وہ ہیں جو کتاب اللہ اور انبیاء اللہ کی حرمت کے لیے کٹ مرنے کو دنیا کی سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں۔

رہے یہود وکفار کے عام مشاہیر تو وہ ہمارے لیے مشاہیر سرے سے ہیں ہی نہیں، انہیں اگر برا بھلا کہہ لیں تو یہ کوئی زیادتی نہیں کہلائے گی۔ البتہ اگر انہوں نے ذاتی طور پر مسلمانوں کے خلاف ہرزہ سرائی کی ہو، انبیائے کرام کے مقامِ ارفع پر عیب لگائے ہوں تو پھر ویسا ہی جواب دے سکتے ہیں، اگر انہوں نے ذاتی طور پر ایسا نہیں کیا تو پھر ان پر غلط الزامات لگانا، ان پر کیچڑ اچھالنا یا ان کی عیب جوئی کرنا اسلام کا اخلاق ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتا، کہ کرے کوئی اور بھرے کوئی۔ جب کسی ایسے کافر شخص کا تذکرہ کیا جائے جو اپنی قوم میں معزز ہو تو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کی حیثیت کو مدِ نظر رکھ کر بات کی جائے گی۔

لہٰذا ہم ان کے لیے بھی استہزا اور گالی گلوچ کی زبان استعمال نہیں کر سکتے، رہے وہ کافر سیاست دان، صحافی یا دیگر لوگ جو مسلمانوں کے خلاف مذموم زبان استعمال کرنے اور کمینی حرکات کا ارتکاب کرنے میں پیش پیش ہیں تو ان کی

حرکات کے مقابلے میں اپنا معاندانہ ردِّ عمل ظاہر کرنا، ان کے لیے سخت الفاظ استعمال کرنا اور جوابی کارروائی کرنا نہ صرف جائز بلکہ لازم ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے نضر بن حارث اور ابنِ خطل اور یہودیوں کی بدزبانیوں سے تنگ آ کر فرمایا: جن لوگوں نے اللہ کے رسول کی مدد ہتھیاروں سی کی انہیں زبان سے مدد کرنے میں کس چیز نے روکا ہوا ہے؟ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں حاضر ہوں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم قریش کی ہجو کیسے کرو گے جب کہ میں بھی انہی میں سے ہوں۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں آپ کو اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔ (مسلم: ۲۴۹۰)

احتجاجی مظاہرے اور بیانات:

عالم اسلام کے اکثر مسلمان کفار کی ہرزہ سرائی، پست ذہنیت اور مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے مقابلے کے لیے احتجاجی بیانات جاری کرنے اور احتجاجی مظاہرے کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔ انڈیا میں مسلم کش فسادات ہوں یا گجرات میں مسلمان بستیوں کو آگ لگا کر بھسم کر دینے کا کھیل، فلسطینی نہتے مسلمانوں پر جبر وتشدد کی آہنی زنجیریں ہوں یا افغانستان کے شہروں میں بارود کی بارش، عروس البلاد و بغداد پر میزائلوں سے حملہ ہو یا عافیہ صدیقی جیسی عفت مآب بیٹیوں پر ناروا ظلم وستم کا سلسلہ، علمائے گرامی کے قتل کی سازشیں ہوں یا ہر غیور مسلمان کو کیوبا کے کھلے آسمان تلے بنائے گئے آہنی پنجروں میں بند کرنے کی کریہہ روایت، قرآن حکیم کے اوراق سے ٹائیلٹ صاف کرنے کی گستاخی ہو یا

رسول اللہ ﷺ کی منزہ حیات اور مطہر شخصیت کو داغدار کرنے کی مذم جسارت پر مبنی خاکے............ اکثر مسلمانوں کے ہاں ان سب کا علاج یہ ہے کہ احتجاجی ریلیاں نکالی جائیں اور احتجاجی بینرز اٹھا کر اپنا بیان اخبارات میں چھپوا دیا جائے یا احتجاجی ریلی کی تصویر لگوا دی جائے۔

احتجاجی مظاہرے کرنا اور احتجاجی بیان دینا کمزور لوگوں کا طریقہ ہے جسے خود مغربی اقوام نے ہی رواج دیا ہے، احتجاج کا طریقہ مغربی عوام کے لیے مغربی ممالک میں تو شاید کچھ افادیت رکھتا ہو لیکن مسلمانوں کا کفار کی کسی حرکت پر احتجاج کرنا کبھی بھی فائدہ مند ثابت نہیں ہوا البتہ یورپ کے کافر اس احتجاجی طریقِ کار کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں تا کہ مسلمان اپنا غم وغصہ جذباتی نعرے لگا کر، چند ٹائر یا پتلے اور پرچم نذر آتش کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکال کر ٹھنڈے پڑ جائیں۔ وہ لوگ انہیں ٹھنڈا کرنے کے لیے ان کے احتجاجی مظاہروں کی خبر بھی دیتے ہیں، میڈیا مووی بھی بناتا ہے، بظاہر ہمدردی بھی کی جاتی ہے، درمیانے درجے کی شخصیات کی زبان سے ہمدردی کے چند بول بھی کہلوائے جاتے ہیں، مسلمانوں کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کبھی کبھی معذرت کا لفظ بھی اچھال دیا جاتا ہے جسے سن کر مسلمان بہت خوش ہوتے اور اسے اپنی بڑی کامیابی سمجھتے ہیں۔

ہم مسلمان بھی بہت سادہ لوح اور بھولے ہیں، مغربی کفار کی طرف سے کیے جانے والے ظلم، دہشت گردی، فساد، قتل وخون، سوقیانہ جملے بازی کے جواب میں احتجاجی مظاہرہ کر کے، اپنی ہی املاک کو نقصان پہنچا کر............ اپنے ہی عوام کے

لیے سڑکوں پر آمد و رفت کو بند کر کے............ اپنے ہی ملک میں دشمن کے خلاف نعرہ بازی کر کے............ یا بینرز اٹھا کر اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہم نے ظالم و جابر دشمن سے بدلہ لے لیا ہے۔

دراصل احتجاجی مظاہرے کر کے اپنی جھنجھلاہٹ اور غصے کا اظہار تو کیا جا سکتا ہے لیکن دشمن پر رعب ڈالنے، اسے قائل کرنے یا اس کی ظالمانہ پالیسیوں کو روکنے کا کام ہرگز نہیں لیا جا سکتا۔ دورِ حاضر کے احتجاجی سیاست کے یہ حربے ہمارے سامنے ہیں۔

اگر کبھی احتجاج شدت اختیار کر ہی جائے تو سیاسی کرتا دھرتا لوگ عوام کی کچھ نہ کچھ بات مان بھی لیتے ہیں مثلاً معذرت کر لی، ہلاک ہونے والوں سے اظہارِ ہم دردی کر دیا، ان کے لواحقین کی کچھ مالی مدد کر دی، یا کوئی بے ضرر اور معمولی سا مطالبہ مان کر احتجاج کرنے والوں کے زخموں پر پھاہا رکھ دیا اس پر تو مظاہرہ کرنے والے خوش ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں، دیکھا نا! حکومت پر ہمارا رعب، آخر انہیں گھٹنے ٹیکنے پڑے اور ہماری بات مان لی، کچھ نہ ہونے کی بجائے کچھ نہ کچھ منوا لینا بہتر ہے۔

سادہ لوح عوام یہ نہیں جانتے کہ کھلونے دے کر بہلانے یا بھوک اور درد سے روتے بچے کو چوسنی دے کر چپ کرانے سے اصل مسئلہ ختم نہیں ہوا کرتا۔ یہی تو وجہ ہے کہ گزشتہ پانچ دہائیوں سے یومِ یکجہتیِ کشمیر منایا جا رہا ہے، گزشتہ آٹھ سال سے حجاب ڈے منایا جا رہا ہے، گزشتہ چار دہائیوں سے ناموسِ رسالت کا مقدمہ احتجاجی مظاہروں کے ذریعے جیتنے کی کوشش کی جا رہی ہے، لیکن ان میں سے کون سا مسئلہ

ہے جو حل ہو گیا ہو، ہاں یہ ضرور ہے کہ پہلے مسائل کے انبار میں ایک اور مسئلے کا اضافہ ہو جاتا ہے لہٰذا احتجاجی مظاہروں اور ڈے منانے کی رسم میں ایک اور کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

دراصل بات یہ ہے کہ کمزور، نہتے، بزدل اور بسمل افراد یا قومیں احتجاج کیا کرتی ہیں، ایک زندہ، باغیرت، طاقت ور، اصول پسند، قوم یا افراد احتجاج نہیں علاج کیا کرتے ہیں، وہ زخموں پر وقتی طور پر پھاہے نہیں رکھتے بلکہ مستقل ایسا حکمی علاج کرتے ہیں اور دشمن کو ایسی مار مارتے ہیں کہ وہ سالوں کروٹ تک بدلنے کے قابل نہیں رہتا۔

احتجاج کمزور اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقت ور کے سامنے .... بے بس اور بے وقعت اپنے سے کئی گنا باعزت آدمی کی سامنے .... ایک غلام اپنے آقا کے سامنے .... ایک بھوکا ننگا زردار پیٹ بھرے کے سامنے .... اس وقت کرتا ہے جب اس پر ظلم وتشدد کی انتہا ہو جاتی ہے۔

دورِ حاضر میں مسلمان ممالک کے حکمران مغربی آقاؤں کے سامنے اس قدر ذلیل، بے بس اور نیچے لگے ہوئے ہیں کہ یورپی اقوام مسلمانوں کے ساتھ انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو چاہے کر گزریں (ریمنڈ ڈیوس کو واپس کرنے کی مثال ہمارے سامنے ہے) کچھ بولتے ہی نہیں، احتجاجی بیان بھی ان کے کمزور سرطان زدہ حلق سے بڑی مشکل سے نکلتا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: نعرہ بازی)

دشمن سے نبٹنے کا انفرادی طریقہ

دشمن کی پہچان:

کسی دشمن سے نبٹنے کا سب سے پہلا مرحلہ اس کی پہچان حاصل کرنا ہے۔ ہم دشمن کو جانے بغیر اور اس کے ہتھ کنڈوں سے واقفیت حاصل کیے بغیر اس کے ٹھکانوں کا حدود اربعہ حاصل کیے بغیر کبھی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کو ان کے تمام دشمنوں کی پہچان خوب کروا دی ہے۔

کلمہ شہادت کا آغاز ہی لا اِلٰہ سے ہوتا ہے گویا پہلا مرحلہ ہی باطل اِلٰہ کے زمرے میں شامل افراد، اقوام، اشیاء وغیرہ کو جاننے سے شروع ہوتا ہے تا کہ ان سب سے قطع تعلق کر لیا جائے، ان سے نفرت کی جائے، ان کے سائے سے بھی دور بھاگا جائے۔

لا اِلٰہ کے بعد اِلاّ اللہ کا مرحلہ آتا ہے یعنی ربّ کریم کی ذات و صفات کا علم حاصل کرنا، قرآن و حدیث کو غور سے پڑھنا اور سمجھنا ہے۔ اسلامی عقیدے کی بنیاد ہی محبت اور نفرت پر استوار ہے کہ محبت اللہ، اللہ کے رسول اور تمام مسلمانوں سے...... نفرت شیطان اور اس کے ساتھیوں اور دنیا کے تمام کافروں سے۔

محبت اور نفرت کے اس معیار کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود اور اپنی نسلوں کو بھی دونوں رخ کھول کھول کر بتائیں اور سمجھائیں۔ دنیوی تعلیم پر دینی تعلیم

کو ترجیح دے کر دلوں کی آبیاری کی جائے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کا، یہودیوں کا، کافروں اور مشرکوں کا طریقہِ واردات بڑی وضاحت سے بتا دیا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ یہ سب ہم اپنے دل و دماغ میں تازہ رکھیں اور چوکنے رہیں۔

شرعی اصطلاح میں دوستی اور دشمنی کے اس معیار کو ولا اور برا کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہمیں بار بار خبردار کیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ. (المائدہ:۵۱)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تم میں سے جو شخص انہیں دوست بنائے گا اس کا شمار بھی انہیں میں سے ہوگا یقیناً اللہ ایسے ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا. (النساء:۱۴۴)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف واضح ثبوت دے دو۔''

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ

مُّؤْمِنِيْنَ. (المائدہ:۵۷)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، تم سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی ان میں سے جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق اور تماشا بنالیا ہے، انہیں اور دوسرے کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ، اگر تم واقعی مومن ہو تو اللہ سے ڈر جاؤ۔''

دشمن کی تہذیب سے نفرت:

دشمن کی تہذیب و روایت سے نفرت دراصل دشمن کی پہچان ہی کا ایک پہلو ہے، لیکن المیہ یہ ہے کہ ہمارے مسلمانوں کو جب تک کوئی بات الگ الگ عنوان سے نہ بتائی سمجھائی جائے ان کی سمجھ میں بات آتی ہی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابوداؤد:۴۰۳۱)

''جس نے کسی قوم کی نقالی کی وہ انہی میں سے ہے۔''

اور فرمایا:

مَنْ تَشَبَّهَ لِغَيْرِنَا فَلَيْسَ مِنَّا ولا تشبهوا باليهود ولا النصارىٰ.

(صحیح الجامع الصغیر للالبانی:۵۴۳۴۔ السلسلۃ الاحادیث الصحیحہ:۲۱۹۴)

''جس نے ہمارے اغیار کی مشابہت اختیار کی وہ ہم میں سے نہیں ہے، نہ مشابہت کرو یہودیوں کی اور نہ مشابہت کرو عیسائیوں کی۔''

دورِ حاضر میں ہم نے کافروں کی عادات اور رسم و رواج کا پٹا اپنے گلے میں ڈال لیا ہے، ہیلو ہیلو، بائے بائے، پاپا، مما، ڈیڈی، انکل، آنٹی، کچن، ڈرائنگ روم،

طرزِ تعمیر، بائیں طرف کی ٹریفک، بیت الخلا کا نقشہ، میز پر کھانے کا رواج، بوتلیں پینے کا رواج، تحفے لینے دینے میں یورپی طریقہ، دفاتر، ہسپتال وغیرہ میں طور طریقے، گاڑی چلانے کا طریقہ، او لیول اور اے لیول کرنے کا جنون، انگریزی زبان بڑے فخر سے بولنا، تقریبات پر مووی، مہندی، شادی ہال اور ان میں کھانے اور مہمانوں کو بٹھانے کا طریقہ، کوئی جلسہ منعقد کرتے ہوئے مہمانِ خصوصی کا اہتمام، مخلوط تقریبات، مختلف ڈے منانے کا مرض، آئے روز یورپی لوگوں کے ساتھ مل کر عالمی دن منانے کا رواج، حلیہ، لباس، جوتے، پرس اور روزمرہ استعمال کی چیزیں، عورتوں کو ہر شعبے میں گھسیٹ لانے کا جنون، شراب کا بے محابا استعمال، کھیلیں، بچوں کی تربیت، اسکولوں کا نظام غرض ہر چیز میں ہم اسلامی روایات کو فراموش کر چکے ہیں یا فراموش کرتے جا رہے ہیں۔

ہم دعویٰ تو کرتے ہیں صادق و مصدوق نبی ﷺ سے محبت کا لیکن ہماری پوری عملی زندگی، ہماری عادات و حرکات، ہمارے استعمال کی چیزیں سب چیخ چیخ کر زبانِ حال سے کہہ رہی ہیں کہ اے حبِّ رسول کا دعویٰ کرنے والو! اے رات بھر جاگ جاگ کر نعتیں پڑھنے والو! اے درود شریف کی تسبیحیاں کرنے والو! تمہارا یہ دعویٰ کیسا ہے! تمہاری یہ محبت کیسی ہے؟ تم سر سے پیر تک .... کھانے سے لے کر پہننے اوڑھنے تک .... ولادت اور شادی سے لے کر مرگ تک ....مزدور سے لے کر وزیر اعظم تک .... پہلے دن سے لے کر آخری دن تک تمہارا ہر کام، تمہارا ہر دن، تمہاری ہر سوچ تو تمہارے محبوب ﷺ کے خاکے

اڑانے والے دشمن کے ہاں گروی رکھی ہوئی ہے تم دشمن کا پس خوردہ کھاتے ہو اور اس کی اترن اور لنڈے کی تہذیب و ثقافت پر مرے جاتے ہو نبی اکرم ﷺ تو یہ فرمائیں:

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحبِ ایمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والد، اولاد اور جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (مسلم، بخاری:۵۸)

اور تم نبی اکرم ﷺ کے دشمنوں کی عادات کو اپنا کر یہ سمجھو کہ ہم عاشقِ رسول ہیں۔

ہمیں دشمن کو اگر سزا دینا ہے، اسے مات دینا ہے، اسے اپنی غیرت کی آگ سے بھسم کرنا ہے، اس کو حبِ رسول ﷺ کی حرارت محسوس کروانی ہے تو پھر کافر کی ہر بات، ہر حرکت، ہر عادت، ہر رسم و رواج سے اپنے اندر شدید نفرت پیدا کرنا ہوگی۔ اگر پتا چل جائے کہ یہ رسم ہندو کی ہے، یہ رواج عیسائی کا ہے، یہ انداز یہودیوں کا ہے، یہ روایت آتش پرستوں کی ہے تو پھر ہمیں اسے اسی طرح فوراً چھوڑ دینا ہوگا اور دل میں اس کے متعلق شدید نفرت پیدا کر لینی ہوگی جس طرح ایک مسلمان کو اگر یہ بتا دیا جائے کہ جو گوشت وہ کھا رہا ہے یا کھانے لگا ہے یہ چوہے، بندر، چیتے یا سور کا ہے تو وہ اس ہنڈیا کو، اس لقمے کو فوراً پھینک دے گا۔

جس طرح صحابہ نے منہ کو لگے شراب کے پیالے شراب کی حرمت کا سن کر پٹخ دیے، ہمیں بھی کافروں کی ہر روایت کو اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دینا ہوگا۔ (دیکھیے،

صحیح بخاری:۱۱۲/۵)

جی ہاں یہ یہودی، یہ مشرک وہ اقوام ہیں جنہیں ربِ کائنات نے چوپاؤں سے بھی بدتر قرار دیا۔ انسانیت کی معراج، آدمیت کا فخر، تہذیب وتمدن کے سب سے زیادہ نفیس اور باذوق حامل نبی اکرم ﷺ کی پاکیزہ عادات اور معاشرت کو اپنا کر .... ہمیں ان بندروں اور سوروں جیسی حرکات کرنے والوں کی عادات سے اپنے آپ کو دور رکھنا ہوگا۔

یادرکھیے شرعی محبت پیدا ہوتی نہیں اپنے اندر پیدا کی جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام سے محبت کا تقاضا ہے، انہی کی عادات وروایات کو بالا رادہ اپنانا .... یہی شرعی محبت ہے اور شرعی نفرت پیدا کرنے سے ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ دشمن کی ہر چیز سے نفرت کرنا۔

دشمن کی مصنوعات کا مقاطعہ:

جو دشمن ہمارے محبوب نبی ﷺ کے خلاف ہرزہ سرائی کرتا ہے جو ہمارے پیارے نبی ﷺ کی حیاتِ منزہ پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کرتا ہے، جس بدبخت کے ہاتھ محبوب کائنات کے خاکے بناتے ہیں، جس آوارہ گرد کی زبان قرآن حکیم کو دہشت گردی کی کتاب کہتی ہے، جس گندہ دہن کو اسلام خون آشام تلواروں کا مذہب محسوس ہوتا ہے..........

ذرا سوچئے! کیا ہماری غیرتِ ایمانی کا تقاضا یہ نہیں، کہ ان ناپاک، غلیظ، شرارت پسند، سفّاک، درندہ صفت ہاتھوں کی بنی ہوئی چیزوں کو اپنے گھروں میں

نہ گھسنے دیں............

غور کیجیے! اگر کوئی ظالم بھیڑیا ہماری بیٹیوں کے ساتھ درندگی کا مظاہرہ کرے تو کیا ہم یہ پسند کریں گے کہ اس کے ہاتھ کے بنے ہوئے پزا، برگر، پیپسی کولا، کوکا کولا، ٹیم، فانٹا، مرنڈا، سپرائیٹ، آئس کریم، جیم، جیل، ٹینگ، چاکلیٹ، ٹافیاں، چیونگم، بسکٹ، جوس، مزے لے لے کر کھائیں؟

جس بدبخت نے پیارے نبی ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو نعوذ باللہ عیاش ثابت کرنے کے لیے کارٹون بنائے، کیا ہمارا یہ دل چاہے گا کہ اس کے کارخانوں کے بنے ہوئے برتن، فرنیچر، زیورات، سرف، نیل، شیمپو، تیل، کریمیں، لپ اسٹک، میک اپ کا سامان، پین، سیاہی، مارکر، کاپیاں وغیرہ خریدیں۔

جو بدطینت میرے نبی ﷺ کے امتیوں کو چین سے جینے نہیں دے رہا، جس نے مسلمان کو اپنے گھروں سے بے گھر کیا، جو روزانہ افغانستان، عراق اور فلسطین میں معصوم بچوں اور عورتوں کو نیزوں کی انیاں چبھو کر ہلاک کرتا ہے، کیا ہم یہ پسند کریں گے کہ اس کی دکان پر جا کر اس سے روزہ مرہ کی چیزیں خرید لائیں اور اسے سمیت منافعے کے اپنی خون پسینے کی کمائی دے کر اسے اس خوش فہمی میں مبتلا کریں کہ ہمیں اس کے کارخانوں میں بنی چیزیں بہت پسند ہیں۔

جن ظالموں نے قرآن حکیم کے اوراق جلائے، زمین پر پھینکے، ٹائیلٹ میں استعمال کیے، کیا ہماری رگوں میں بہتا لہو یہ برداشت کر سکتا ہے کہ وہ یہودی، عیسائی اور ہندو کی خورد و نوش کی چیزوں کو استعمال کر کے اپنے خون کا حصہ بنائے؟

کیا ہم یہ چاہیں گے کہ روزانہ کی صرف ایک بوتل انفرادی طور پر خرید کر چار ارب سالانہ منافع حاصل کرنے میں ان کے مددگار بنیں۔

کیا ہماری دینی اخوت یہ پسند کرتی ہے کہ انہی کی مصنوعات خرید کر ان کی معیشت مضبوط کریں تاکہ وہ مزید اسلحہ تیار کر کے ہم مسلمانوں کے خلاف مضبوطی اور طاقت حاصل کریں۔

جی ہاں! دینی اخوت کا تو تقاضا یہ ہے کہ ہمیں صرف اپنے مسلمان بہن بھائیوں ہی کی بنی ہوئی چیزوں کو ترجیح دینی چاہیے۔ انہی کی معیشت مضبوط کرنا چاہیے۔ اگر معیار اور استعمال میں کارکردگی ذرا کم بھی ہو تو ہم اپنے خونی دشمن کی چیز کو خرید کر اسے فائدہ کیوں پہنچائیں؟............ بھلا دین کے فائدے کے سامنے دینوی فائدے کی بھی کوئی وقعت ہے؟ اسلامی اخوت اور ہمدردی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی مصنوعات ہی کو پسند کریں اور خریدیں۔

صرف یہی نہیں کافروں کی مصنوعات اپنے ساتھ کافرانہ تہذیب، کافرانہ رسم و رواج اور کافرانہ عادات بھی لے کر آتے ہیں۔ اپنے بدلتے اور بگڑتے ماحول پر نظر دوڑائیے، اس میں سب سے زیادہ ہاتھ کافروں کی مصنوعات اور ان کے تشہیری انداز کا ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: غیر مسلموں کی مصنوعات اور ہم)

پانی کی بوتل صرف بوتل ہی نہیں ساتھ برہنہ لڑکیاں، مخلوط ماحول ''جیو مزے سے پیو مزے سے'' کا نظریہ حیات، عشق و عاشقی کا بخار، میک اپ کرنے کی لت، غیر مردوں میں نمایاں ہونے کا جنون، تھرکنے اور ناچنے کا فسون لے کر آتی ہے۔

صرف یہی نہیں! وہ اپنی مصنوعات پر اپنے دیوی دیوتاؤں کے نام کندہ کرتے ہیں، مذہبی علامات بناتے ہیں، اپنی مخصوص اصطلاحات (جن میں اسلام کی تحقیر اور ان کے مذہب کی برتری کا تصور شامل ہوتا ہے) اور نقش و نگار بنا کر ہمارے یہاں بھیجتے ہیں، نوبت بایں جا رسید کہ مسلمانوں کے لباس مصلوں، بستروں، بیگوں پر سپائیڈر مین، صلیب، چھ کونوں والا ستارہ، ترشول وغیرہ بنے ہوتے ہیں۔

(تفصیل کے لیے دیکھیے: مصنوعات اور پر کندہ نقش اور حروف)

وہ بدبخت سور کھانے والے، شراب پینے والے، کتوں بلیوں اور ہم جنسوں سے نکاح کرنے والے جب چیزیں بناتے ہیں تو ان میں دل کھول کر حرام کی آمیزش کرتے ہیں کیوں کہ یہ حرام چیزیں ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہیں۔

وہ مسلمانوں کے اتنے ہمدرد نہیں کہ ان کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے سور کا گوشت، چربی، خون، بال یا جھٹکے کا گوشت، الکوحل وغیرہ شامل نہ کریں۔

ان کی چیزیں استعمال کر کے ہم حلال و حرام کی تمیز سے بیگانہ ہوتے جا رہے ہیں۔

ان حیا باختہ لوگوں کے اشتہارات اپنے ساتھ مغربی تہذیب کے گند کو بھی لا رہے ہیں جب کہ ہم وہ قوم ہیں جو حیا و حجاب میں دنیا کی تمام اقوام میں اپنی مثال آپ ہے۔

ہم اتنے سادہ لوح ہیں کہ ایک گھسا پٹا حملہ کہہ دیتے کہ ”بھلا پندرہ روپے کی

رابن نیل کی ڈبیہ خریدنے سے معیشت میں کون سا انقلاب آجاتا ہے“..........

”سپرائٹ پینے سے دین کو کون سا نقصان پہنچ سکتا ہے؟“......

”بھلا ونیلا آئس کریم میں اسلامی غیرت کی بات کہاں سے آگئی؟“

غالبًا ہم دنیا میں تجارت کے اتار چڑھاؤ اور اس کے پھیلاؤ کے اصولوں سے اس قدر نابلد ہیں کہ جو ہمارا خون بہاتے اور ہماری دھجیاں بکھیرنے کے درپے ہیں ان کا کھاتے اور انہی کے گن گاتے ہیں۔

غور کیجیے! جب ہم کہتے ہیں یہ کوکا کولا برانڈ ہے، (ہائے کتنا اچھا ذائقہ) یہ لیور بردار کا ڈالڈا گھی ہے (مجھے تو اسی کا ذائقہ اچھا لگتا ہے)...... یہ نائیک کے بیگ اور جرسیاں (کتنی مضبوط میں)......... یہ ٹوٹل یا شیل کا پیٹرول پمپ ہے، اس کاپی پر سپائیڈر مین کی تصویر ہے، اس شاپنر پر باربی ڈال بنی ہوئی ہے، جیومیٹری بکس پر ٹائی ٹینک جہاز یا اس کے کارٹون ہیں......... یہ میکڈونلڈ کا پڑا ہے..........

ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیے، آپ کو بہت سی چیزوں میں سے یہی چیزیں پسند آئیں تو کیوں؟ یا تو وہ خوبصورت تھیں، یا وہ آپ کی پسند تھیں، یا آپ اس کمپنی کی اشتہاری مہم سے متاثر تھے یا کسی نے آپ کے سامنے کہا تھا کہ فلاں کمپنی کی فلاں چیز زیادہ اچھی ہوتی ہے، غرض سبب کوئی بھی ہو، ایک بات ضرور ہے، کافر کی چیز کو پسند کرنا۔

سچ سچ بتائیے! ہم ان چرب زبان عیسائیوں، ان سود خور یہودیوں، اور ہندوؤں کی چیزوں اور ان کے ناموں کو جب دن رات استعمال کرتے ہیں، ان کی

تہذیب کے نقش ونگار دیکھتے رہتے ہیں، ان کے ہاتھ کے ذائقے یا چیز کی تعریف کرتے ہیں تو اس وقت ہمارے ذہنوں میں یا ہمارے بچوں کے ذہنوں میں ان ٹوٹے ہاتھوں والوں کی تہذیب نقش ہو رہی ہوتی ہے یا رسول اللہ ﷺ کی ......
...... ہمارا رشتہ ابولہب کے ہم زادوں سے جڑ رہا ہوتا ہے یا صحابہ کرام سے؟

کیا یہ درج ذیل فرمانِ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تو نہیں؟

الاسلام یعلوا و لا یعلیٰ علیه (ارواء الغلیل للالبانی:١٢٦٨)

''اسلام بلند ہے اور اس کے مقابلے میں کسی اور (غیر) کو بلندی نہیں دی جائے گی۔''

دشمن کی نوکری اور چاکری سے اجتناب:

مسلمان کو کفار پر ہر جگہ اور ہر حال میں غالب رہنا چاہیے۔ مسلمان کو کافر پر بزور اس قدر غلبہ حاصل کرنا چاہیے کہ وہ مسلمانوں سے دب کر رہیں، اور اگر اپنے ممالک میں آزاد بھی ہوں تو مسلمانوں کو وہ اپنی تہذیب، تعلیم، سیاست، معیشت، تمدن وغیرہ سے مرعوب نہ کرسکیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب مسلمان کے دل میں نبی المصطفیٰ ﷺ کی ذاتِ گرامی سے شعوری محبت جمی ہوئی ہو۔

سوا تیرے نظر بھر کر میں کیسے اور کو دیکھوں
نگاہِ شوق سے سب چھین لیں دل چسپیاں تو نے

مسلمان کو اپنے مسلمان ہونے پر فخر ہو، جب کوئی پوچھے کہ تم کون ہو؟ تو وہ مردانہ وار پورے اعتماد کے ساتھ کہے: مسلمان

ہزاروں کے مجمعے میں بھی مسلمان کا حلیہ اس قدر سنت کے قریب ہو کہ ہر شخص جان جائے کہ یہ صاحبِ قرآن ہے۔

اک محبِّ مصطفیٰ سے بات کرنا سوچ کر
اے مقابل میں نہیں ہوں ایسا ویسا آدمی

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

یہود و نصاریٰ کو سلام میں پہل نہ کرو، اور اگر تم ان سے راستے میں ملو تو ان کو تنگ راستے پر چلنے پر مجبور کردو۔ (مسلم، کتاب السلام)

مسلمان کے ہاں یا مسلمان کے مقابل کافر کو ماتحت بن کر، نوکر یا غلام بن کر، باج گزار بن کر رہنا چاہیے کہ یہی اس منکرِ حق کی اوقات ہے۔ یہ زمین اور اس پر غلبہ و اقتدار ان لوگوں کا حق ہے جو ایمان لاکر اس زمین کے خالق و مالک سے عہدِ وفا باندھ چکے ہیں............ بھلا کبھی کسی بادشاہ نے باغیوں کو بھی صوبے دار یا گورنر بنایا ہے؟

جی ہاں! یہودی، عیسائی، ہندو، مجوسی اور دیگر تمام کافر رب کائنات کے باغی اور منکر ہیں۔

مدتوں اس زمین کے کثیر حصے پر مسلمان ایمانی کروفر کے ساتھ کفار کو اپنا باج گزار بنا کر حکومت کرتے رہے یا برابری کی بنیاد پر کافر حکومتوں سے دین کی تبلیغ کا پروانہ حاصل کر کے سیاسی غلبہ کے حامل رہے۔ ہاں!............ جب ان کی رگوں میں غیرت مند لہو تھا،......... جب وہ دشمنانِ دین کے خلاف قہر آلود عزائم رکھنے

والی ماؤں کی گود میں پرورش پاتے تھے.......... جب وہ اپنے زیرِ حکومت علاقے کے ایک ایک چپے کو دشمنانِ نبوت کی میلی نظروں سے بچانا اپنا ایمانی فریضہ سمجھتے تھے.......... ہاں! اس وقت مسلمانوں کے رعب و دبدبے کا یہ عالم تھا کہ کسرائے فارس کے سفیروں نے جب خلیفہِ دوم کو ننگی پیٹھ مٹی پر درخت کے نیچے لیکن دھوپ میں بے خوف سوتے دیکھا تو ان پر کپکپی طاری ہو گئی.......... مسلمانوں کی تلوار کی ہیبت کا یہ اثر تھا کہ بغیر کسی مزاحمت کے القدس کے پادریوں نے ابو عبیدہ بن الجراح امینِ امت رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس کی چابیاں دینے کی پیش کش کر دی .... راجہ داہر نے ایک مسلمان لڑکی پر ظلم کیا تو اس کی آواز بغداد میں سن لی گئی اور لشکر اسی وقت اس سنگ دل راجہ سے بدلہ لینے کے لیے چل پڑا، سترہ سالہ محمد بن قاسم کی ایمانی غیرت اور خودداری اور اپنی خواتین کی عفت مآبی کے تحفظ کا ہی یہ رعب تھا کہ ہندو شودروں، جاٹوں اور برہمنوں نے اسلامی افواج کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کر دیے۔

مسلمان! ہاں وہ مسلمان جنہوں نے قیصر و کسریٰ کے تخت اسی طرح روندے کہ پھر صدیوں تک کوئی قیصر و کسریٰ پیدا نہ ہو سکا، بازنطینی اور رومی سلطنت کے پاؤں مسلمانوں کے ہاتھوں ایسے اکھڑے کہ پھر وہ کبھی پہلی سی شان و شوکت حاصل نہ کر سکی۔

صرف یہی نہیں، مسلمان جہاں اہلِ کفر کے سرداروں کے لیے ننگی تلوار تھے وہاں عام کافر باشندوں کے لیے امنِ عام کی ٹھنڈی ہوا بھی تھے، الحمدللہ کسی

مسلمان کی تلوار پر آج تک کسی بھی بے گناہ کافر کے خون کا دھبہ نہیں ہے..........

یہ بھیانک اور تاریک اعزاز کافروں ہی کو حاصل ہے، کہ مسلمانوں سمیت جہاں گیری کے نشے میں کروڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے اور ابھی تو افغانستان کے ۱۵ لاکھ اور عراق کے ۱۰ لاکھ بے گناہ مسلمانوں کا خون ان کے خون خوار ہونٹوں پر لگا ہوا ہے..........

آہ! آج کے مسلمان! آج ہماری بے غیرتی، بے حسی اور بے دینی کا یہ عالم ہے کہ گزشتہ ۵۸ سال سے بیت المقدس پر ناپاک یہودیوں کا قبضہ ہے۔ وہاں کے شہری مسلمان اس میں نماز پڑھنے کے لیے یہودیوں کی اجازت لینے کے پابند ہیں۔ وہ یہودی جنہیں صحابہ کرام کے ہاتھوں نبی اکرم ﷺ کے خلاف کی گئی سازشوں کی وجہ سے مدینہ منورہ سے نکالا گیا..........

آج عیسائیوں کے ملکوں اور یہودیوں کے کمپنیوں میں ملازمت کے لیے مسلمانوں کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ ان کے ہاں جا کر ان کے کتے اور سور نہلانا، ان کے سٹور، باورچی خانے، گھر، بیت الخلا کی صفائی کرنا، ان کے پٹرول پمپوں پر پٹرول ڈالنے کا کام کرنا، ان کے ہوٹلوں میں بیرا گیری کرنا، ان کے کپڑے دھونا اور استری کرنا، ان کے گھروں اور فیکٹریوں میں چوکیداری کرنا، غرض اس قسم کے تمام گھٹیا سے گھٹیا کام ان کے ہاں کرتے ہیں۔ ذلیل ہم نے ان کو بنانا تھا لیکن ہم ان کے سامنے ذلیل بن کر رہ رہے ہیں۔

بجائے اس کے کہ اپنے ملک میں باعزت روزی کمائیں، دیارِ غیر کی صعوبت

بھی جھیلی، بیوی بچے بھی ہاتھ سے گئے، اور ایمانی غیرت کا بھی جنازہ نکل گیا۔

یاد رہے کہ درج بالا تمام کام گھٹیا نہیں سوائے کتے سور وغیرہ حرام کاموں کے، اپنے ملک میں اپنے دینی بہن بھائیوں کے ہاں یہ سب کام کرنا جائز ہے، نہ ہی ان کاموں سے کوئی طبقاتی فرق پیدا ہوتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں ہر جائز محنت کرنے والے کا پیشہ تمام پیشوں کے برابر ہے۔

یہ تو تھی اَن پڑھ لوگوں کی بات جو ذرا پڑھ لکھ کر ڈگریاں حاصل کر لیتے ہیں، ان کی دوڑ بھی یورپین ممالک ہی کی طرف لگی ہوئی ہے، وہ اپنی تعلیمی اور دماغی صلاحیتوں سے کافروں کو فائدہ پہنچانے میں عزت اور فخر محسوس کرتے ہیں۔ مسلمان بہن بھائیوں کو اپنی علمی صلاحیتوں کا فائدہ پہنچانے کی بجائے کفار کی معیشت مضبوط کی جاتی ہے۔

صرف یہی نہیں یورپی ممالک کے لیے غیر قانونی طور پر جانے کے لیے لاکھوں روپیہ دینے کے ساتھ قید و بند کا خطرہ بھی مول لیا جاتا ہے۔

پھر شہریت حاصل کرنے کے لیے کئی پاپڑ بیلے جاتے ہیں مثلاً یہ محسوس کرانا کہ پاکستان میں ہمارے بیوی بچے نہیں ہیں اور باقاعدہ علیحدگی کے اقرار نامے کے کاغذات بھی حکومت سے بنوا لیے جاتے ہیں۔ وہاں شہریت کے حصول کے لیے کسی بھی یہودی، ملحد یا کسی اور مذہب کی عورت سے شادی کرنے کا ڈرامہ رچانا۔

ڈالر کما کما کر اور دن رات کام کر کر کے جب یہ عیسائیوں کے ڈالر پاکستان میں بیوی بچوں کے پاس آتے ہیں تو وہ بڑے فخر سے اپنا معیارِ زندگی شاہانہ کرنے

کی دوڑ میں لگ جاتے ہیں۔ اکثر بچے بے راہ ہو جاتے ہیں، بیویاں شوہروں سے جدا رہ کر یا تو مستقل دکھوں کا شکار ہو جاتی ہیں یا وہ بھی اپنی تسکین کے لیے چور دروازہ تلاش کر لیتی ہیں۔ اگر بیوی بچے وہاں لے جائیں تو مزید بگاڑ آ جاتا ہے۔

پھر ان ممالک میں نہ اذان کی آواز آتی ہے، نہ زکوٰۃ کے مستحق ملتے ہیں، نہ عقیقہ و قربانی کر سکتے ہیں، نہ جنازے میں کندھا دینے والے ملتے ہیں، اگر مل بھی جائیں تو بڑی مشکل سے اور تھوڑے سے۔

افسوس کہ یہ سب ہاتھ سے دے کر ان کے ممالک میں جا کر عیسائی سورخوروں کی چاکری قبول کی جاتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: کافروں کے ملک میں سکونت کا شرعی حکم)

اگر واقعی ہمیں رسول اکرم ﷺ کی ناموس، آپ کی سیرتِ اطہر، آپؐ کی زوجاتِ محترمات، آپ کے صحابہ کرام دنیا کی ہر چیز سے پیارے ہیں، اپنے مال، اولاد اور جان اور خواہشات سے بھی زیادہ عزیز اور مطلوب و محبوب ہیں تو پھر آپ ﷺ کے خاکے بنانے والوں کے ہاں جھوٹ بول کر، جعلی کاغذات دکھا کر ان کے ہاں چاکری کا شوقِ بے لذت و بے وقعت کیوں؟

آج ہمارے ایمان کی یہ آزمائش ہے، جانچ کا وقت ہے کہ ہم اپنے محبوب نبی ﷺ کے دشمنوں اور آپ کی ناموس پر دست درازی کرنے والوں کے منہ پر طمانچہ رسید کرتے ہیں یا خود ان کے طمانچے کھا کر اور رسول اللہ ﷺ کی توہین و تذلیل دیکھ کر بھی ان کے تلوے چاٹتے ہیں، ان کے حقیر و ذلیل ڈالروں کو جیب میں ڈال لیتے ہیں یا اس کے مقابلے میں اپنے ملک کے عزت سے کمائے ہوئے روپے

سے قناعت کے ساتھ گزر اوقات کرتے ہیں۔

دشمن کے ہاں حصولِ تعلیم سے اجتناب:

تعلیم کسی قوم کی ذہنی وفکری آبیاری کا سب سے بڑا اور بنیادی ذریعہ ہے۔ اسلام حصولِ تعلیم کو ہر مسلمان کے لیے لازم قرار دیتا ہے لیکن کون سی تعلیم؟

وہ تعلیم جو بندے کو اپنے رب سے ملا دے جو خالق اور بندے میں تعلق کو مضبوط کردے۔ جو بندے کو اپنے مالک کی رضا حاصل کرنے کا رسیا بنا دے۔ یہ سب کچھ قرآن وسنت کے علاوہ اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ مسلمان مدتوں اپنے بچوں کو قرآن وسنت کی تعلیم دلوانے پر مسلسل گامزن رہے، نتیجہ یہ کہ اس امت میں امام مالک بن انس، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام بخاری، امام مسلم، امام ابن تیمیہ، امام ابنِ قیم، امام ابن جوزی، امام ابن حجر جیسے بلند پایہ محدثین کے ساتھ ساتھ .... محمد بن قاسم، طارق بن زیاد، صلاح الدین ایوبی، شہاب الدین غوری، اورنگ زیب عالمگیر جیسے غیور، جری اور ایمان دار حکمران وسپہ سالار پیدا ہوتے رہے، صرف یہی نہیں، علمی ترقی کا یہ عالم تھا کہ قرآن وحدیث کی تعلیمات اخذ کرنے کے بعد جب یہ لوگ سائنسی علوم کی طرف بڑھے تو اس میدان میں بوعلی نصر، جابر بن حیان، ابوالہیثم، ابوبکر ادریسی جیسے مادی علوم کے ماہر وموجد بھی انہی کے حصے میں آئے .... لیکن اب جب کہ مسلمانوں نے قرآن وسنت کے سرچشمہ سے فیضان حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے اور یورپی عیسائیوں کے گندے جوہڑوں سے علم حاصل کرنا شروع کیا ہے، ہمارے نوجوانوں کو کلمہ طیبہ

کا مفہوم تک نہیں آتا .... اسمبلیوں میں پہنچ کر اس امت کی سیاسی راہنمائی کرنے والوں کو سورہ اخلاص کا ترجمہ کیا عربی عبارت تک نہیں آتی۔

آج پاکستان میں بسنے والے نبی اکرم ﷺ کے امتیوں کی تعلیمی فہرست تیار کریں تو پتا چلے گا کہ ہر بچہ کیمبرج اور آکسفورڈ کے شیطانی نظامِ تعلیم کی پرفریب عمارت کے جال میں قید کر دیا گیا ہے۔ ہر پاکستانی مسلمان کی خواہش ہے کہ اس کا بچہ اہل مغرب کے کالجوں کے بیچ سینے پر ٹانک کر، ان کی صلیب کا گلے میں پھندا کس کر، ماں باپ کی ساری کمائی ان کے قدموں میں ڈھیر کر کے میکالے کے جانشینوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرے۔

والدین جو بچوں کے سینوں میں قرآن وسنت اور تاریخِ اسلامی کی شخصیات کا تعارف بھر دینے کے پابند تھے وہ اپنے ہاتھوں شرعی پابندیوں کا حلقہ توڑ کر کفار کے نصابِ تعلیم اور اس میں پڑھائی جانے والی عیسائی اور یہودی تہذیب کی گود میں جا گرے ہیں۔

یہ وہ نصاب ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کی سیرت کو توڑ موڑ کر پڑھایا جاتا ہے، راجہ داہر، بکرماجیت، ملکہ الزبتھ، جارج، لنکن، گوئٹے وغیرہ کی تعریف کے قصیدے مسلمان بچوں کو ازبر کرائے جاتے ہیں۔ مائیکل جیکسن، جیک، جیل، چپس، ڈیانا، ڈورتھی، میری غرض عیسائی کرداروں کے نام بچے رات بھر جاگ جاگ کر رٹتے ہیں۔

لڑکیوں کے ساتھ آنکھ لڑانے، والدین اور بزرگوں کے سامنے اکڑنے،

اسلام سے بغاوت، ماحول سے فرار، اخلاقیات سے آزادی، حقوق ادا کرنے سے پہلو تہی، اقدار و روایات سے اعراض پر مبنی کہانیاں اور مضامین پڑھا پڑھا کر مسلمان بچوں کی خلعتِ حیا کو خود مسلمان والدین اپنے ہاتھوں تار تار کر رہے ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: مخلوط تعلیم)

استاد بچے کے سامنے ایک نمونہ ہوتا ہے، جس بچے کو عیسائی، یہودی اور دہریے استاد ملیں اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ سنت سے محبت کرنے والا اور نبی اکرم ﷺ یا صحابہ کرام کی شخصیات کو اپنا بہترین انتخاب اور نمونۂ عمل سمجھنے والا ہوگا یہ صرف خام خیالی ہے، بچے کے ذہن میں عیسائیت یا الحاد بو کر اس سے اسلام کا پودا پھوٹنے کی توقع کرنا بے کار ہے۔

آج مسلمان اپنے مشاہیرِ محدثین، علماء و فقہا اور سائنس دانوں میں سے کسی ایک سے بھی پوری طرح واقف نہیں لیکن کافروں کے ویلنٹائن، سانتا کلاز اور ان کے فلمی ایکٹروں نیز اپنے ہاں کے بھانڈوں میراثیوں اور کھیل کود کر وقت ضائع کرنے والوں سے خوب واقف ہیں۔

کافروں کا کارٹون کلچر بچوں پر اس طرح حاوی کر دیا گیا ہے کہ اب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام اور امہات المومنین کے کارٹون دیکھ کر ان میں کسی قسم کا غصہ یا جذباتی ردِ عمل بھی پیدا نہیں ہوتا۔

اپنے ملک میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد ان بچوں کی اڑان مادر پدر آزاد، بے حیا اور بے خدا مغربی ملکوں کی طرف ہوتی ہے جہاں ان کے اندر کے ایمان کی

آخری رمق اور اسلام سے آخری وابستگی کی علامات بھی حصولِ تعلیم اور بہتر مستقبل کے لیے حصول کی بھینٹ چڑھا دیے جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ نام نہاد مسلمان ذہنی و قلبی طور پر پکے دہریے اور حلیے کے لحاظ سے پکے عیسائی ہوتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ تعلیم کا حصول دورِ حاضر کی ضرورت ہے۔ بے شک تعلیم دورِ حاضر ہی کی نہیں ہر دور میں بنیادی ضرورت رہی ہے، ایک مسلمان سب سے پہلے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرنے کا پابند ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ دیگر علوم بھی ضرور پڑھے لیکن باعمل اور غیور مسلمان سے تاکہ وہ بھی غیور مسلمان بنے۔ شریعت یہ قطعی اجازت نہیں دیتی کہ مسلمان بچوں کی تربیت اور تعلیم کے لیے کافروں کو استاد بنایا جائے۔

استاد ہونا تو یوں بھی ایک باعزت مقام ہے، اسلام کافر کو باعزت مقام دینے کا روادار نہیں ہوسکتا۔ آج ماں باپ کو شکایت ہے کہ بچے فرماں بردار نہیں ہیں لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ بغاوت سکھانے اور پڑھانے والے اسکول اور اساتذہ کے ہاتھوں یہی کچھ ہوگا۔ اگر کسی مخصوص علم کی تعلیم کے لیے مسلمان اساتذہ موجود نہ ہوں یا وہ اس علم سے بے بہرہ ہوں تو اس مجبوری کی صورت میں ایسے طلبہ جو سمجھ دار ہوں، دین میں پختہ ہوں، غیر اسلامی تہذیب سے متاثر ہونے کا کوئی خدشہ نہ ہو انہیں عارضی طور پر بیرون ممالک بھیج کر یہ تعلیم دلوائی جاسکتی ہے تاکہ وہ مسلمان ممالک میں آکر یہاں کے طلبہ کی ضرورت کو پورا کرسکیں۔ تعلیم حاصل کرنے کا مقصد دین کی تائید وتصدیق اور مسلمانوں کو ان کے اسلام اور دفاعِ اسلام کے

میدان میں خود کفیل بنانا ہو۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کے ارشاد پر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے صرف پندرہ دن میں عبرانی (یہودیوں کی زبان) سیکھ لی تا کہ ان کے خطوط کا جواب دیا جا سکے۔

اگر ہمیں دشمن سے دشمنی کرنی ہے تو پھر دشمن کے ہاتھ میں ننھے پودوں کی نگرانی کا کام دینا سخت بے وقوفی ہے، اس کا خمیازہ بہت بھگت لیا، وقت آ گیا ہے کہ ہم سمجھ بوجھ سے کام لیں اور رسولِ اکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں، قرآن حکیم جلانے اور گٹروں میں بہانے والوں کے ہاں اپنے بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے نہ بھیجیں۔ حبِّ رسول ﷺ کا یہی تقاضا ہے، دین کا یہی مطالبہ ہے، اسلامی اقدار کے تحفظ اور تسلسل کو قائم رکھنے کا یہی بنیادی ذریعہ ہے۔

دشمن کے ملک میں رہائش سے اجتناب:

قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا. اِلَّا مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا. فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا. (النساء: ۹۷ تا ۹۹)

"بے شک جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب فرشتے ان کی جانیں قبض

کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتوان تھے۔ فرشتے کہتے ہیں: کیا اللہ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ ہاں! وہ مرد اور عورتیں اور بچے جو بے بس ہیں جو نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں۔ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو معاف کر دے اور اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی رہائش پہلے ہی سے کافروں اور مشرکوں کے ملک میں ہو تو اس پر یہ فرض ہے کہ وہ اس علاقے میں ہجرت کر کے چلا جائے جہاں مسلمان رہتے اور مسلمان حکومت کرتے ہوں۔ البتہ اگر وہ شخص بچہ یا کمزور ہے یا وہ عورت یا ضعیف مرد ہے، وہ غلام ہے، خود سفر کرنے کا ذریعہ نہیں رکھتا، کافروں کے ملک سے نکلنے کی کوئی سبیل نہیں بن سکتی تو پھر اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس نہیں کرے گا۔

دورِ حاضر کے مسلمان رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی اور آپ پر نازل ہونے والے کلام اللہ کی توہین و تذلیل کرنے والے کافروں کے ملکوں میں دیوانہ وار بھاگے جا رہے ہیں۔ ہر مرد اور عورت اس کوشش میں ہے کہ اسے امریکہ، برطانیہ، سوڈان، آسٹریلیا یا دیگر یورپی ممالک کا ویزا مل جائے۔ ویزا مل جانے پر یوں مبارک باد دی جاتی ہے اور خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے جیسے جنت کا پروانہ مل گیا ہو۔ ہمارے محبوب نبی ﷺ نے فرمایا:

جو شخص مشرک کے ساتھ بیٹھے اور اس کے ساتھ سکونت اختیار کرے وہ بھی اسی جیسا ہے۔ (ابوداوٗد، کتاب الجہاد)

نیز فرمایا:

"مشرکوں کے ساتھ سکونت اختیار نہ کرو، نہ ہی ان کے ساتھ اکٹھے رہو، جو ان کے ساتھ سکونت اختیار کرے اور ان کے ساتھ اکٹھا رہے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (مستدرک حاکم: ۲/۱۴۰ بحوالہ دوستی اور دشمنی از محمد اقبال کیلانی)

نیز فرمایا:

اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرتا جو اس نے اسلام لانے کے بعد کیا ہو یہاں تک کہ وہ مشرکوں کو چھوڑ کر مسلمانوں سے آ ملے۔ (ابنِ ماجہ: ۲۰۵۵)

کافروں اور مشرکوں کے ملک میں رہائش رکھنے کے درجِ ذیل دینی و شرعی نقصانات ہیں:

☆ ویزہ حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔

☆ غیر قانونی طریقے سے جائیں تو قید و بند کا خطرہ بھی مول لیا جاتا ہے۔

☆ پیپر میرج کرنا پڑتی ہے۔

☆ وہاں جا کر تب تک واپس نہیں آسکتے جب تک شہریت حاصل نہ ہو ورنہ ایک بار آنے کے بعد دوبارہ جانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

☆ ائیر پورٹ پر تلاش کے لیے ایسے سکینر کے سامنے سے مسلمانوں کو گزارا جاتا ہے جس میں پورے جسم کی برہنہ تصویر آجاتی ہے۔

☆ داڑھی اور حجاب پر اعتراض کیا جاتا ہے۔
☆ زکاۃ اور صدقات دینے کے لیے مستحق نہیں ملتے۔
☆ عقیقہ اور قربانی نہیں کر سکتے۔
☆ بچوں کو اسلامی تعلیم کے لیے شدید مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔
☆ سکولوں میں صرف جانگیے کے ساتھ تیراکی اور برہنہ جسموں کے ساتھ ڈانس وغیرہ سکھائے جاتے ہیں یوں بچوں کو شرم وحیا مر جاتی ہے۔
☆ مسلسل کسی قوم کے ساتھ رہنے سے مفادات ایک دوسرے سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔
☆ ایک دوسرے کی تقریبات میں حصہ لینا پڑتا ہے۔
☆ ضرورت کے وقت کافروں سے مدد لینا پڑتی ہے۔
☆ باہم دوستیاں کی جاتی ہیں۔
☆ ذہنی وقلبی یگانگت پیدا ہوتی ہے۔
☆ کافروں کے ملک کا قانون تسلیم کر کے ان کی غلامی قبول کر لی جاتی ہے۔
☆ کافروں کے مذہب سے واقفیت اور انس پیدا ہوتا ہے اور اسلامی شریعت سے دوری پیدا ہوتی ہے۔
☆ کافروں کی مصنوعات خریدنا اور استعمال کرنا پڑتی ہیں۔
☆ کافرانہ تہذیب اور رسم ورواج سے بچے واقف ہو جاتے ہیں لیکن اپنے دین کی معاشرت وتہذیب سے بیگانہ رہتے ہیں۔

☆ اگر کوئی مسلمان وسائل ہونے کے باوجود کافروں کے ملک سے ہجرت نہیں کرتا تو وہ مشرکوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور جو اپنا اسلامی ملک چھوڑ کر کافروں کے ملک میں چلا جاتا ہے بھلا اس کا انجام بخیر کیسے ہوگا؟

انسان جس ماحول اور معاشرے میں رہتا ہے بغیر کسی کے سکھائے اور بتائے اس معاشرے کا اثر اور رنگ انسان پر چڑھتا چلا جاتا ہے۔ بھلا جو شخص کافروں کے ملک میں رہے گا وہ اسلامی معاشرے کی برکات اور اس کی اقدار سے نہ تو مانوس ہوگا اور نہ ہی اس کا ان سے جذباتی تعلق استوار ہوگا۔

اگر ہم واقعی نبی اکرم ﷺ سے محبت کرتے ہیں تو پھر ہمیں انہی لوگوں میں رہائش اختیار کرنا چاہیے جو آپ ﷺ سے محبت کرتے ہیں، آپ کے دین پر چلتے اور اسی دین کی حفاظت کے لیے کٹ مرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ قیامت کب ہے؟ آپ نے فرمایا: تو نے اس کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے؟ وہ بولا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم اسلام قبول کرنے کے بعد کسی اور چیز سے اتنا خوش نہیں ہوئے جتنا اس حدیث کے سننے سے خوش ہوئے۔ (مسلم، کتاب البر والصلۃ والآداب)

کافروں کے ملک میں جانے کا جواز صرف چار صورتوں میں ہے:

☆ اسلامی ملک کا نمائندہ بن کر جانا: ایسی صورت میں مسلمان ملک کے سفیر یا نمائندہ کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ اپنی دینی اقدار پر پوری طرح کاربند ہو، اس کی

شخصیت اور کردار سے نبی اکرم ﷺ کی سنت ہویدا ہو تاکہ کافر اس کا کردار اور ایمان دیکھ کر اسلام کی علو و حقانیت کے قائل ہوں۔ چنانچہ جب صحابہ کرام کسریٰ کے دربار میں سفیر بن کر گئے تو اس کے دربار میں بچھے قالینوں پر اپنے نیزے چبھوتے ہوئے گئے اور جب اس کو ریشمی خیمے میں دیکھا تو اس خیمے میں داخل ہونے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم مسلمان مردوں کے لیے ہمارے نبی ﷺ نے ریشم پر بیٹھنا حرام قرار دیا ہے۔ (تاریخ طبری: ۴۰۳/۳۰)

کھانے کے دوران جب کسریٰ کے ہاں کھانا کھاتے ہوئے ایک ریزہ گر گیا تو حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر وہ ریزہ سب کے سامنے اٹھا کر کھا لیا کہ کیا میں ان بے وقوفوں (لحاظ) کے لیے اپنے پیارے نبی ﷺ کی سنت چھوڑ دوں۔

☆ برائے تبلیغ: مسلمان تبلیغ کی نیت سے جا سکتے ہیں چاہے عارضی طور پر جائیں، چاہے وہاں شہریت حاصل کر کے جائیں۔ بشرطیکہ ان کا دین و ایمان مضبوط ہو اور وہاں کی آبادی میں ان کی تبلیغ کے خاطر خواہ نتائج بھی سامنے آ رہے ہوں۔

☆ برائے تجارت: تجارت کے لیے کافروں کے ملک میں جا سکتے ہیں لیکن مستقل رہائش نہیں رکھی جائے گی۔ جتنے دن کاروباری ضرورت ہو اتنے ٹھہرا جا سکتا ہے۔ جب کہ ایمان سنت نبی ﷺ کی محافظت اور دین پر استقامت اپنے اندر محسوس ہو۔

☆ جاسوسی کے لیے: جاسوسی مقاصدِ جہاد اور ضروریاتِ جہاد میں سے اہم ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے کافر ملکوں میں رہائش اختیار کرنا پڑے، وہاں کی شہریت حاصل کرنی پڑے، وہاں کسی اہلِ کتاب عورت سے نکاح کرنا پڑے تو یہ

سب جائز ہے کیوں کہ جنگ میں خدعہ (دھوکہ) بھی جائز ہے۔

ان تمام صورتوں میں اگر یہ محسوس ہو کہ دینی جذبہ کم ہوتا جارہا ہے یا کسی شرعی کام پر زد پڑ رہی ہے۔ جس کی وجہ سے ایمان کے کم ہونے کا خدشہ ہے تو پھر فوراً رہائش ترک کر کے اسلامی ملک میں واپس آجائیں گے۔

(اس موضوع پر دیکھیے کتابچہ: کفار ومشرکین کے ملک میں سکونت؟)

کچھ کر گزرنے کا کام

غیرت ایمانی، محبت محبوب النبی ﷺ اور ایمان کے بچاؤ کا سب سے بڑا اور اہم انفرادی ہتھیار وہ ہے جسے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہہ کر استعمال کیا...... بعض صحابہ کرام کے غیور ایمان نے از خود یہ فریضہ محبت انجام دیا اور آج تک امتِ مسلمہ کے ان حیرت انگیز، انوکھے شہیدان وفا کی داستانِ محبت و غیرت کا تسلسل جاری ہے اور جب تک شرارِ بولہبی میں شرارت آمیز چنگاریاں بھڑک بھڑک کر ایمان و محبت کے فدائیوں کا لہو گرماتی رہیں گی تب تک یہ تسلسل ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

سیدنا معوذ معاذ رضی اللہ عنہما، سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ، سیدنا سالم رضی اللہ عنہ، سیدنا عمیر رضی اللہ عنہ، سیدنا خبیب و زید رضی اللہ عنہما، زبیر رضی اللہ عنہ سے لے کر............ غازی علم الدین رحمہ اللہ، غازی عبدالقیوم رحمہ اللہ، غازی عبدالرشید رحمہ اللہ............ اور اب غازی عامر چیمہ شہید رحمہ اللہ جیسے کتنے خوب صورت، رخشندہ و تابندہ موتی اس سلسلۃ الذہب میں مسکرا مسکرا کر کہہ رہے ہیں:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(آل عمران:۱۶۹تا۱۷۱)

''جولوگ اللہ کی راہ میں شہید کر دیے گئے ان کو مردہ ہرگز نہ سمجھیں بلکہ وہ زندہ ہیں، وہ اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں، اللہ نے اپنے فضل سے جو انہیں دے رکھا ہے، اس سے وہ بہت خوش ہیں اور خوشیاں منا رہے ہیں، ان لوگوں کی بابت جواب تک ان سے نہیں ملے، ان کے پیچھے ہیں، یوں کہ ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم گین ہوں گے، وہ خوش بخت ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے بھی کہ اللہ ایمان والوں کے اجر کو برباد نہیں کرتا۔''

جتنے بد بخت قلم کار، جتنے رسالے، جتنے ملعون صحافی اور دانش ور، جتنے خبیث کافر حکومتوں کے نمائندے، جتنے پلید کارٹونسٹ، جتنے عیار و شاطر پادری، جتنے ادا کار و فلم کار اور جتنے صنعت کار...... ماہتاب رسالت وسراجِ ہدایت پر اپنا غصے بھرا غلیظ تھوک پھینکنے کے ہذیان میں مبتلا ہیں اور جتنے بھی ان کے چیلے چانٹے اور ان سنڈ اس کے مکوڑوں کو ہلّے شیرا کرنے والے لوگ ہیں ان سب کی سزا انہیں جہنم رسید کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِی نُحُوْرِهِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ

''اے اللہ ان کے مقابلہ میں ہم تجھے کرتے ہیں اور تیرے ساتھ ان کی برائی (کے شر) سے پناہ چاہتے ہیں۔'' آمین

حرفِ آخر

یقین کیجیے! مسلمانوں کے علاوہ تمام کفار وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی۔ (البقرہ:١٦١) ان سے برأت و بیزاری کا اظہار کیا (التوبہ:١) نبی اکرم ﷺ نے ان سے بیزاری کا اظہار کیا۔ (الانعام:١٩) اللہ تعالیٰ نے انہیں نجس قرار دیا (التوبہ:٢٨) انہیں جانوروں سے بدتر قرار دیا (الفرقان:٤٤) انہیں ذلیل ترین قرار دیا (المجادلہ: ٢٠) انہیں مغضوب غضب یافتہ اور ضال (گمراہ) کہا۔ (الفاتحہ: ٧) ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنایا۔ (المائدہ: ٦٠) ان سے تمام انبیاء نے بیزاری کا اعلان کیا اور انبیاء نے ان کی ہلاکت کی دعائیں کی۔ (نوح:٢٨)

غور کیجیے! اتنے گندے، پلید، ملعون، اللہ کی غصے کا شکار لوگوں سے ہمیں دوستی رکھنا ہے یا ان سے نفرت کرنا ہے۔

جو قوم اور افراد اپنے دشمن کو نہیں پہچانتے، اس کی چالوں کو نہیں جانتے، ان سے نفرت نہیں کرتے، ان سے دشمنی نہیں کرتے، وہ آخر کار اپنے دشمن کے ہاں ذلیل وخوار ہو کر دنیا سے مٹ جایا کرتے ہیں۔ لہٰذا آپ اپنے دشمن کو پہچانیے اور اپنے بچوں کو بھی اس کی پہچان کروایئے۔ خود نبی اکرم ﷺ کے ان گستاخ کافروں اور مشرکوں سے عداوت کا وطیرہ رکھیے اور بچوں کو بھی یہی سکھایئے۔

حبِّ رسول کا تقاضا یہی ہے۔

اور ہاں ان شاء اللہ اجر بھی ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ لَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ. (التوبہ:١٢٠)

''کافر کو جو بھی بات ناگوار ہے اس پر وہ (مسلمان) جو بھی قدم اٹھائیں اور دشمن سے انتقام لیں تو اس کے بدلے میں ان کے حق میں ایک نیک عمل لکھا جائے گا، بے شک اللہ نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

☆☆☆

اصلاحِ نفس سیٹ

- خطوطِ مسعود
- ٹی وی گھر میں کیوں؟
- اشیائے ضرورت کا اسلامی معیار
- خوابوں کی دنیا
- خطوطِ مریم
- غیر مسلموں کی مصنوعات اور ہم
- تصویر ایک فتنہ
- مکان ایک بنیادی ضرورت
- صدقہ کیوں اور کسے دیں؟
- رنگ اور رنگینیاں
- طاؤس و رباب
- ہمارا دسترخوان
- چند آیات کی تفسیر اور عملِ صحابہؓ
- معمولی چیزوں کا لین دین
- علیم و خبیر کے نام خطوط
- کھانے اور پینے کے آداب
- نماز میں پڑھی جانے والی دعائیں
- مرض اور علاج احادیث کی روشنی میں
- بولتی سوچیں
- مشکوک اشیاء سے پرہیز
- والفجر
- وہ خوش قسمت کھانے جو نبی ﷺ نے کھائے
- جسمانی حرکات اور شائستگی

مطبوعاتِ مشربِ علم و حکمت

ندیم ٹاؤن ڈاکخانہ اعوان ٹاؤن لاہور

0321-4609092